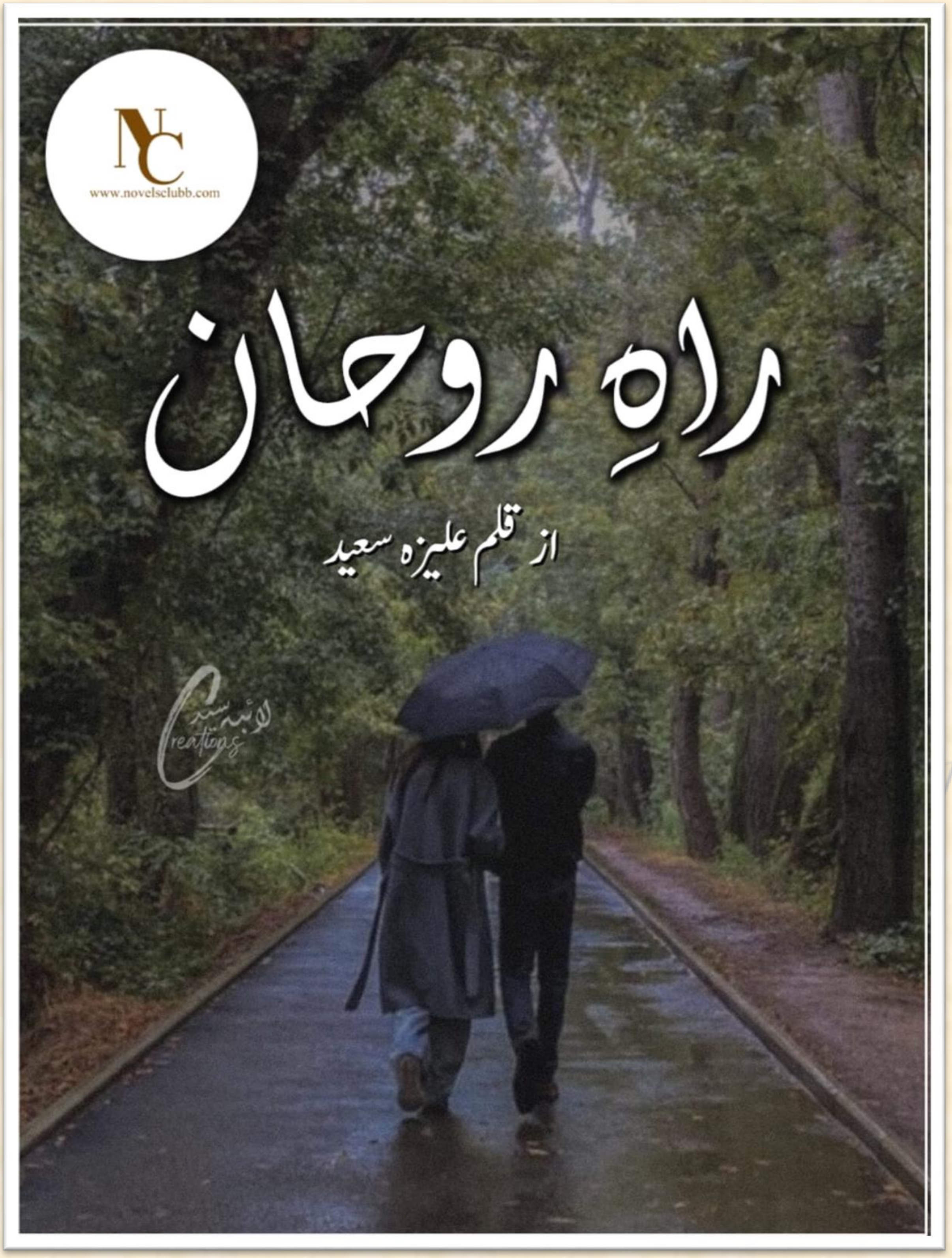
www.novelsclubb.com
راہِ روحان
از قلم علیزہ سعید

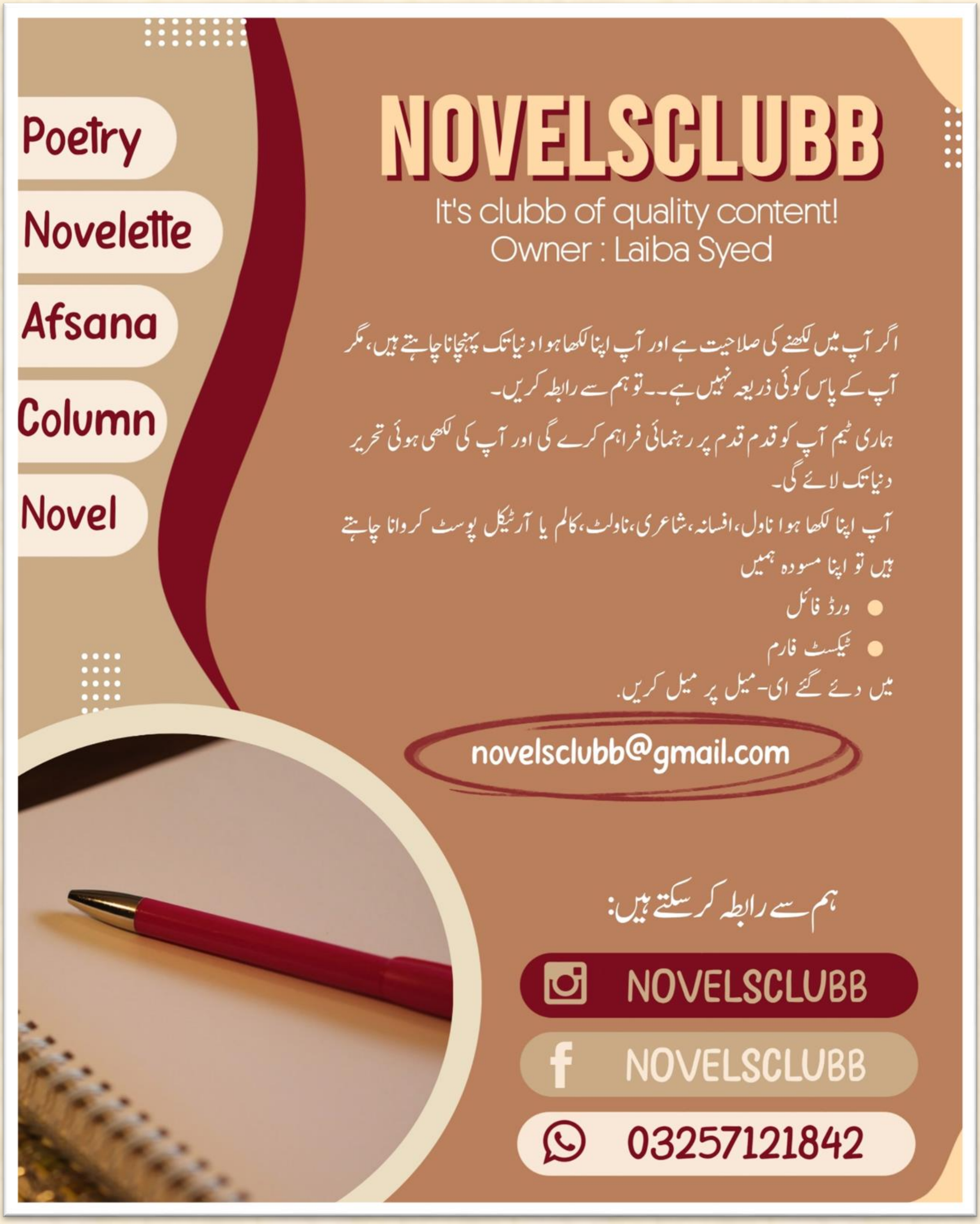
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

راہِ روحان

از قلم

علیزہ سعید

Clubb of Quality Content

ناول "راہِ روحان" کے تمام جملہ حق لکھاری "علیزہ سعید" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کاپی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

ناول: راہِ روحان

مصنفہ: علیزہ سعید

باب نمبر ایک

القلب فی الصدر

جس وقت ٹیکسی اوشن ہاسٹل کے باہر رکی گھڑی صبح کے آٹھ بجا رہی تھی۔ سورج طلوع ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے اور اب دھوپ نے زمین پر اپنے قدم جما لیے تھے۔ اس نے گاڑی سے نکل کر سر اٹھائے اس عالیشان اور منفرد عمارت کو دیکھا۔ ایک خوشی کی لہر اس کے جسم سے سرایت کر گئی۔

دو سال سے اس نے یہاں آنے کا خواب اپنے آنکھوں میں سجائے رکھا تھا۔ اور آج وہ دن تھا جب وہ یہاں "اوشن ایجوکیشن کمپلیکس" کے ہاسٹل کے عین سامنے کھڑی تھی۔ اس نے

دونوں بازو پھیلائے آنکھیں موند لیں اور اس احساس کو اندر تک محسوس کیا جو اسے مسرت بخش رہا تھا۔

عنائزہ بنت فائق۔۔اپنی محنت کے بل بوتے پر یہاں پہنچی تھی۔

عنائزہ۔۔"ذوہان نے سامان ٹیکسی کی ڈگی سے نکال کر اسے پکارا تو اس نے آنکھیں کھولے بڑے بھائی کو دیکھا۔

"اپنا سامان اندر لے جاؤ اور اچھے سے پڑھنا او کے؟ یہاں کے بہت سے ٹیچرز مجھے پہچانتے ہیں۔اپنے بڑے بھائی کا نام روشن کرنا ہے تم نے۔"ذوہان نے ہمیشہ کی طرح اسے نام روشن کرنا والی بات سنائی۔اب تو اسے ازبر ہو چکی تھی۔وہ عنائزہ سے چھے سال بڑا تھا اور اب پڑھائی مکمل کر کے جاب تلاش رہا تھا۔

اوشن ایجوکیشن کمپلیکس ایک نجی ادارہ تھا۔جو اسلام آباد میں واقع تھا۔یہاں طلبا کی سہولت اور اچھی کارکردگی کے لیے سب کو ہاسٹلز میں ہی رہنا پڑتا تھا۔عنائزہ نے بھائی کی چار پانچ مزید نصیحتیں سن کر سامان گھسیٹا اور گیٹ کی جانب چل پڑی۔

Clubb of Quality Content

اوشن ہاسٹل کی عمارت باہر دیکھنے پر مستطیل تھی مگر اندر سے کرکٹ کے سٹیڈیم کی طرح بیضوی۔

عنائزہ نے اندر آتے ہی نگاہ اٹھائے ہاسٹل کے اندرونی منظر کو دیکھا۔ کالج اور یونیورسٹی کی لڑکیاں یہاں رہائش پزیر تھیں۔ اس وقت بھاگتی دوڑتی نظر آ رہی تھیں۔ کچھ کھانے کی میز پر بیٹھی تھیں۔

گیٹ کے عین سامنے فوارہ بنا تھا جس میں سے پانی رواں تھا۔ وہ بہت خوب صورت تھا۔ اور اس کی دونوں جانب بڑے سے لکڑی کے بیضوی میز تھے جن کے گرد ڈھیر ساری کرسیاں لگی تھیں۔ سب یہیں کھانا کھاتے ہوں گے۔ اس نے سوچا۔

ویسے تو ذوہان بھائی نے اسے بہت سی باتیں اوشن کے قوائد و ضوابط کے بارے میں سمجھائی تھیں۔ مگر پھر بھی اسے توجہ سے سب دیکھنا تھا۔

"ہیلو، ویلکم !" اپنے بالکل قریب سے ابھرنے والی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کوئی آٹھائس تیس برس کی دبلی سی لڑکی تھیں۔ نیوی بلو سالیڈ یز کوٹ پہنے بالوں کی اونچی پونی بنائے چہرے پر شائستہ سی مسکراہٹ سجائے اسے دیکھ رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

عنائزہ بھی انہیں دیکھ کر مسکرائی اور پھر کچھ یاد آنے پر نقاب کھول دیا۔اور پھر دوبارہ مسکرا کر انہیں دکھایا۔

"میں آمنہ ہوں، یہاں کی مینیجر، ہاسٹل کی مینجمنٹ کے سارے کام میں دیکھتی ہوں۔آئیں میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھادوں۔" وہ سر ہلا کر سوٹ کیس گھسیٹتی ان کے پیچھے چل دی۔ ساتھ ہی ساتھ نظر گھمائے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔دائیں اور بائیں جانب چند کمرے تھے جبکہ دونوں اطراف میں سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں۔اوپر کی جانب دیکھو تو تیسری منزل پر چھت تھی جبکہ دوسری منزل پر چاروں طرف لکڑی کی باڑ لگی تھی یہاں سے تمام کمرے اور دروازے نظر آرہے تھے۔

وہ آمنہ باجی کی معیت میں اوپر آئی جس جانب وہ مڑیں یہاں سے پہلا کمرہ چھے تھا پھر آگے گھٹتے گھٹتے پانچ۔چار، تین۔اور کمرہ نمبر دو۔

اوشن کی عمارت آئینے میں نظر آتے عکس کی مانند تھی۔دکھنے میں دونوں سمت ایک جیسی تھیں مگر الٹ۔بائیں جانب موجود کمرے سیدھ میں تھے۔گیٹ کے اوپر کمرہ نمبر ایک سے

شروع ہو کر سامنے دوسری جانب کمرہ نمبر بارہ پر گنتی رک جاتی اور وہیں سے الٹی گنتی شروع ہوتی۔اوپر کی منزل پر کل چوبیس کمرے تھے۔

آمنہ کمرہ نمبر تین کے دروازے پر وہ رک گئیں تو اسے بھی رکنا پڑا۔آمنہ باجی نے کمرے کا دروازہ تین بار کھٹکھٹایا۔اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔

"ناشتے کا وقت ہے نا تو ساری لڑکیاں نیچے کھانا کھانے گئی ہیں۔"انہوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔اندر تین بستر تھے۔دو سامنے کی دیوار سے لگے تھے جن کے درمیان قد آور کھڑکی تھی۔جبکہ تیسرا دروازے کی ساتھ والی دیوار کے سامنے لگا تھا۔دائیں جانب بڑی سی الماری تھی جبکہ بائیں جانب سٹڈی ٹیبل تھا۔

"آپ پورے تین دن تاخیر سے آئی ہیں ورنہ آپ کو آپ کی مرضی کا بستر مل جاتا۔یہاں آپ کے ساتھ دو لڑکیاں اور ہیں۔امید ہے آپ کی جلد ان سے دوستی ہو جائے گی۔کوئی بھی کام ہو یا کوئی مسئلہ آپ میرے پاس آسکتی ہیں۔نیچے گیٹ سے دائیں جانب بنے کمروں میں دوسرا کمرہ میرا ہے۔میرا نام دروازے کے باہر لکھا ہے آپ کو مل جائے گا۔"آمنہ باجی نے

Clubb of Quality Content

کمرے کے بکھیڑے کو نظرانداز کرتے ہوئے دیوار کے پاس والا بستر کپڑوں کے ڈھیر سے آزاد کیااوراس کے سامان قریب ہی رکھ دیا۔

عنائزہ نے سر ہلایا۔

"آپ ناشتہ کریں گی؟"انہوں نے نرمی سے پوچھا یہ لڑکی انہیں پہلی نظر میں ہی معصوم سی لگی تھی۔

"جی نہیں، میں گھر سے نکلنے سے پہلے کھا چکی۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔میں چلتی ہوں پھر۔"

ان کے جانے کے بعد عنائزہ بستر پر بیٹھی اور اپنا اسکارف کھولا۔ادھر ادھر کمرے کا جائزہ لیا۔

بستر کی چادر بے شکن تھیں بس کپڑوں کا ڈھیر پڑا تھا۔الماری کا ایک پٹ بھی کھلا تھا۔سٹڈی ٹیبل پر سامان بکھرا تھا۔

وہ شاید جلدی میں نکلی تھیں۔

اس کی نظر قد آور کھڑکی پر پڑی۔پردے ہٹے ہوئے تھے جبکہ دھوپ سیدھی اندر آرہی تھی۔سورج اسی جانب سے نکلتا تھا۔وہ اٹھ کر کھڑکی تک آئی یہاں سے باہر پارک نظر آرہا تھا۔اور پارک کی دوسری طرف بوئز ہاسٹل جس کی عمارت ہو بہو گرلز ہاسٹل جیسی تھی۔ہر کھڑکی کے باہر چھوٹی سی بالکونی تھی جہاں صرف کھڑے ہونے کی جگہ تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونک کر مڑی۔وہ دو لڑکیاں تھیں اسی کی ہم عمر۔کالج کے سفید یونیفارم میں ملبوس۔اسے دیکھ کر دونوں ٹھہر گئیں۔تینوں ہی چونکی تھیں۔پھر نارمل ہو گئیں۔

"السلام علیکم" پہل عنائزہ نے کی تھی۔

سلام کا جواب دے کر وہ دونوں آگے بڑھیں اور اس کے قریب کھڑی ہوئیں۔

"تم بھی ہماری کلاس میں پڑھتی ہو؟"

"ہمم۔میں لیٹ آئی ہوں۔میرا نام عنائزہ ہے۔عنائزہ بنت فائق۔اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس لڑکی نے تھام لیا۔

میں مریم ریان رضوی ہوں۔اس نے بھی نرم مسکراہٹ لیے کہا۔اور یہ صہبا ہے.

"صہبا ارحم ملک" اس نے اپنا تعرف کروایا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

یہ تھی عنائزہ فائق کی مریم اور صہبا سے ہونے والی پہلی ملاقات اور آج ان کی دوستی کو پانچ ماہ ہو گئے تھے۔

اوشن کی بائیں جانب کے کمرے کالج کے طلبا کے تھے جبکہ دائیں جانب والے انڈر گریڈیٹس کے۔

اوشن ہاسٹل سے تقریباً چند کلو میٹر دور اوشن کالج اور اوشن یونیورسٹی تھی جسے اوشن ایجوکیشن کمپلکس کا نام دیا گیا تھا۔ آمدورفت کے لیے بسوں کی سہولت موجود تھی۔ جبکہ اساتذہ ہاسٹل سے کالج اپنی گاڑی ہی استعمال کرتے تھے۔

کمپلیکس کی عمارت بھی انفرادیت کا حامل تھی۔

آج کل ان کے ٹیسٹ چل رہے تھے اس کے بعد مڈز تھے۔

اوشن کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ تمام طلبا کے لیے فجر کے وقت جاگنا لازم تھا۔ اور فجر کے بعد کسی کو بھی سونے کی اجازت نہ تھی سوائے ان کے جو بیمار ہوتے۔ تمام طلبا اس وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے فجر کے بعد سے ہی اوشن کی رونق بحال ہو جایا کرتی تھی۔

⭐⭐⭐⭐⭐

اس وقت بھی طلبا اپنے اپنے کمروں میں پڑھ رہی تھیں جب صہبا نے عنائزہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے زبردستی پیچھے کے دروازے سے لڑکوں والے ہاسٹل کی جانب لے جانے لگی۔

وہ تینوں نیچے ٹہلنے آئی تھیں مگر صہبا ملک کے نا جانے کیا ارادے تھے۔

سورج مکمل طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہلکا سا گہر چھایا تھا۔

"ایک منٹ میرے ساتھ تو آؤ۔" صہبا مسلسل اسے اپنے ساتھ گھسیٹ رہی تھی۔

"نہیں صہبا۔ وہاں لڑکے ہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔" عنائزہ نے اسے منع کیا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے دوپٹہ چہرے کے آگے کیا ہوا تھا۔ اس نے کچھ ماہ پہلے ہی نقاب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اب وہ خود کو مزید بہتری کی طرف دیکھنا چاہتی تھی۔

"کتنی ڈرپوک ہو تم۔"

"اگر وہ نہیں جانا چاہتی تو نہ تنگ کرو اسے۔" اس بار مریم نے کہا۔ اسے بھی دوسری طرف جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

پتا نہیں تم دونوں میری دوست کیسے ہو۔" ایسے کہا جیسے وہ بڑا نیک کام کرنے سے منع کر رہی تھیں۔

میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔" مریم نے کوفت سے کہا۔

صہبا نے مریم کے تاثرات دیکھے تو عنائزہ کی کلائی آزاد کر دی اور خود آگے کی طرف چل دی۔

وہ اب جماعت کی کسی اور لڑکی کو پکڑ لے گی جسے اس طرف جانے میں کوئی مسئلہ نہ ہو۔

اوشن ہاسٹل کی یہ عمارت کالج اور یونیورسٹی کی طلبا و فی میل اساتذہ کے لیے تھی۔ جبکہ لڑکوں اور میل اساتذہ کے کمرے سامنے ہاسٹل میں تھے۔ دونوں ہاسٹل کے درمیان پبلک پارک تھا۔

عنائزہ نے پریشانی سے مریم کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ برہم سی لگ رہی تھی۔

کبھی کبھی ان کو لگتا تھا کہ صہبا لاابالی سی، بے فکری میں جینے والی لڑکی تھی۔ کبھی وہ دوستی میں بڑھ چڑھ کر ساتھ نبھاتی تھی اور کبھی کبھی مریم کو لگتا تھا وہ بے خوف اور بے لگام تھی۔ بگڑی ہوئی کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔

"ناراض کر دیا ہے تم نے اسے۔" عنائزہ ابھی بھی خفا ہو رہی تھی۔

"ہو نے دو ناراض۔ کتنی بار اسے سمجھایا ہے کہ حد میں رہا کرے۔ کسی دن ہم بھی مارے جائیں گے اس کی وجہ سے۔" مریم نے صاف گوئی سے کہا۔

پھر وہ دونوں پیچھے کے دروازے سے کسی کی نظروں میں آئے بغیر اندر آئیں اور سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چلی گئیں۔ اس وقت آمنہ باجی ہاسٹل کا چکر لگا رہی ہوتی تھیں۔ وہ تمام بچوں پر نظر رکھتی تھیں اور ساتھ ساتھ ہی باورچی خانے میں ناشتے کا انتظام بھی دیکھ رہی ہوتی تھی۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔

عنائزہ کمرے میں آکر پر سکون ہو گئی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے نا آمنہ باجی کا، وہ جتنی نرم ہیں اتنی ہی اپنے اصولوں کی پابند ہیں۔ مروائے گی یہ کسی دن ہمیں۔" مریم کے کہنے پر اس نے سر ہلا دیا۔ وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔

اب وہ دونوں کتابیں کھولے سبق دہرانے میں مصروف تھیں۔

ناشتہ کرنے کے بعد تمام طلبا بھاگ دوڑ کر تیاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہاں سے بس پورے آٹھ بجے او-ای-سی کے لیے نکل جانی تھی۔

صہبا دروازہ کھول کر اب کمرے میں آرہی تھی جب مریم مکمل تیار ہو چکی تھی اور عنائزہ اپنا اسکارف لیے کھڑی تھی۔اسے نقاب ٹکانے میں مشکل پیش آتی تھی۔وہ آئینے کے سامنے کھڑی اسکارف کو چہرے کے گرد صفائی سے لپیٹ رہی تھی۔جبکہ آئینے کے عکس میں نظر آتی صہبا جلدی جلدی جرابیں پہننے میں مصروف تھی۔

"جلدی کرو تم دونوں آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔" مریم ان دونوں کو بتارہی تھی۔ خود وہ تیار تھی۔

"ہاں بس یہ اسکارف لے لوں۔اور جوتا پہننا ہے بس۔" عنائزہ اپنے سیاہ اسکارف پر توجہ مرکوز کیے آہستہ آہستہ چہرے پر سیٹ کر رہی تھی۔

مریم کو ان دونوں کی سست رفتاری دیکھ کر کوفت ہونے لگی۔اس نے اپنا بستہ اٹھالیا۔

صہبا اب اپنے جوتے کے تسمے بند کر رہی تھی۔مریم جانتی تھی وہ آج بھی لیٹ ہو جائے گی۔

"میں نیچے جارہی ہوں۔تم دونوں آجانا۔مزید ٹھہری تو بس میں کھڑے ہو کر جانا پڑے گا۔" مریم نے ان دونوں سے کہا۔تو صہبا نے سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دی۔

عنائزہ اب نقاب کو پن سے ٹکانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ صحیح سے پن نہیں ہو رہا تھا۔ بار بار ڈھیلا ہو جاتا۔ اسے ڈر تھا کہیں ناک سے پھسل ہی نہ جائے۔

صہبا بالکل تیار تھی اس نے آگے بڑھ کر سنگھار میز کی دراز سے لپ گلوز نکالا اور اپنے لبوں پر پھیرا۔

عنائزہ کا نقاب بالآخر ٹک ہی گیا تھا۔ اس نے جلدی جلدی کرسی پر بیٹھ کر جوتے پہنے اور تسموں سے الجھنے لگی۔ صہبا اب بستہ اٹھائے عنائزہ کو دیکھ رہی تھی جو جھک کر تسمے بند کر رہی تھی۔

"صہبا میرا بیگ بھی اٹھا لو۔ میں آتی ہوں تمہارے پیچھے پیچھے۔ بس نکل جائے گی۔"

"بس تو نکل گئی جلدی کرو نا۔"

وہ دونوں اٹھیں اور نیچے دوڑیں۔ ہال کی خاموشی بتا رہی تھی کہ سب جا چکے تھے۔

گیٹ پار کرتے آمنہ باجی نے ان دونوں کو خفگی سے دیکھا۔ یہ دوسری بار تھا کہ یہ دونوں لیٹ ہوئی تھیں۔

باہر نکل کر دیکھا تو بس سڑک پر ہی کھڑی تھی۔ وہ دونوں ہانپتی ہوئی دوڑ کر قریب گئیں تو اندازہ ہوا وہ لڑکوں کی بس تھی۔ یہ دوسری دفعہ تھا کہ ان دونوں کو لڑکوں کی بس میں سوار ہونا پڑ رہا تھا۔ صہبا کو دروازے کے ساتھ ہی سنگل کرسی خالی مل گئی۔ مگر عنائزہ سے یہ بھی نا ہوا کہ نظر اٹھا کر خالی جگہ تلاش کرتی۔ بس چل پڑی۔ وہ ڈگمگائی اور سہارے کے لیے سیٹ کے کوور کو سختی سے تھام لیا۔ اس نے دیکھا جہاں وہ کھڑی تھی بالکل ساتھ والی دو سیٹوں میں سے ایک خالی تھی جبکہ کھڑکی والی جگہ پر کوئی بیٹھا تھا۔ وہ ہر گز بھی لڑکے کے ساتھ نہ بیٹھتی۔

اسی وقت اس لڑکے کی نظر اس پر پڑی اور وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ بیٹھ جائیں۔" بڑی احتیاط سے دونوں جگہیں خالی کیے وہ پیچھے جا کھڑا ہوا اور ہینڈ ریل تھام لی۔

عنائزہ اسی جگہ کھڑکی کے ساتھ سمٹ کر بیٹھ چکی تھی۔ ساتھ ہی شکر کی سانس خارج کی۔ اب وہ لڑکا سکون سے ہینڈ ریل پکڑے ایک ہاتھ جیب میں ڈالے کھڑا تھا جبکہ اپنا بستہ اس نے عنائزہ کے ساتھ والی خالی کرسی پر رکھا ہوا تھا۔

Clubb of Quality Content

عنائزہ نے ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کر اس محسن کو نہیں دیکھا تھا۔نہ اس کا شکریہ ہی کیا۔وہ بس کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی تھی۔ کمپلیکس کے باہر بس رکی تو مُعمّر ڈرائیور نے پہلے لڑکیوں کو اتر جانے کو کہا۔

"آج سے ایک عہد کر لیا ہے میں نے۔جو بھی ہو جائے۔مجھے لیٹ نہیں ہونا۔"اس نے صہبا سے کہا۔اسے واقعی شرمندگی ہو رہی تھی۔

"اس نے سر ہلا دیا۔دونوں کو جلدی جلدی کلاس روم تک پہنچنا تھا۔

⭐⭐⭐⭐⭐

اوشن ایجوکیشن کمپلیکس کی عمارت سادہ اور پرکشش تھی۔یہاں چاروں اطراف میں کمرے تھے جبکہ درمیان میں باغیچہ تھا۔اس کے کچھ فاصلے پر ہی یونیورسٹی کی عمارت تھی وہ بھی بالکل اسی طرح تعمیر تھی۔الگ الگ ڈپارٹمنٹ کا الگ ہال اور باغیچہ تھا۔

یہ بارھویں جماعت کا سیکشن دو تھا جہاں آئی سی ایس کے طلبا بیٹھتے تھے۔لڑکے جماعت کی ایک طرف تو لڑکیاں دوسری طرف۔اس وقت سب اپنے اپنے پرچوں پر گردنیں جھکائے

بیٹھے تھے۔کمرے میں سکوت طاری تھا۔پروفیسر سہیل چکر کاٹتے سب پر نظر ڈال لیتے تھے۔

⭐⭐⭐⭐⭐

ان سب کا ریاضی کا ٹیسٹ تھا۔آگے چل کر مڈز شروع ہونے والے تھے اس لیے اساتذہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ ایک آدھ ٹیسٹ لے رہے تھے۔

تیسرے کالم میں بیٹھا ایک لڑکا مسلسل گردن ہلا ہلا کر سامنے والے کا پرچہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سس۔سس۔۔تھوڑا آگے کر۔"اس نے سامنے بیٹھے لڑکے کو سرگوشی میں مخاطب کیا تو اس نے پرچہ تھوڑا سا باہر کی طرف کھسکایا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ دیکھ پاتا۔پروفیسر سہیل نے اسے ٹوکا۔

"سمیر!۔۔کیا ہو رہا ہے یہ؟آواز کیوں آرہی ہے تمہاری۔؟"

"سر میں تو کچھ نہیں بولا۔ شاید پیچھے سے آواز آئی ہے۔" اس نے پیچھے گردن موڑ کر دیکھا کہ شاید عالیار احمد کا ٹیسٹ اسے نظر آ جائے۔ عالیار نے سوال والا پرچہ آنسر شیٹ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ سو سمیر خان اکبر کی کوشش رائیگاں گئی۔

پروفیسر کو اس کی حرکت سمجھ آ رہی تھی انہوں نے فوراً اس سے پرچہ چھین لیا تو اس افتاد پر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"سر دیکھیں میں اپنا کام کر رہا تھا۔ یہ عماد مجھ سے پوچھ رہا تھا۔" اس نے اب کی بار الزام عماد پر لگایا جو فوراً عینک کے پیچھے سے پریشان آنکھیں لیے پروفیسر سہیل کو دیکھتے نفی میں سر ہلانے لگا۔

پروفیسر اب سمیر کا پرچہ صفحات پلٹا کر دیکھ رہے تھے۔ آدھے سوالات وہ حل کر چکا تھا۔ سو پروفیسر نے وارننگ دیتے ہوئے اس کا پرچہ واپس کر دیا۔

"اب اگر کوئی ہلچل ہوئی تو تمہاری غیر حاضری لگنے کے ساتھ ساتھ تمہارے والدین کو شکایت جائے گی۔ سمجھے؟"

Clubb of Quality Content

اس ساری کاروائی کا پیچھے کی طرف بیٹھے طلبا نے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ایک دوسرے کو ایم سی کیوز تو بتا ہی چکے تھے۔

ان کے خیال میں ہر کلاس میں سمیر خان اکبر جیسا تو ہونا ہی چاہیے۔پروفیسر پیچھے کی جانب گئے اور بورڈ کی جانب منہ کیے کھڑے ہو گئے۔اب کوئی بھی شاگرد گردن ہلانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔سوائے چند ایک بہادروں کے جو ایک بار گردن موڑ کر تسلی کر ہی لیتے تھے کہ پروفیسر کس جانب کھڑے ہیں۔

⭐⭐⭐⭐⭐

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بھائی کیسا ہوا تمہارا ٹیسٹ؟"پروفیسر سہیل کے کلاس سے جانے کے بعد نائل رضا نے عالیار احمد سے پوچھا۔وہ دبلا پتلا سا لڑکا تھا جو کہ کلاس کا ٹوپر ہونے کے ساتھ ساتھ عالیار کا روم میٹ بھی تھا۔

عالیار، نائل کے مقابلے میں صحت مند تھا۔قد و قامت بھی اچھی تھی۔اس کی آنکھیں زیرک تھیں۔سیاہ۔۔کسی اندھیری رات کی مانند سیاہ اور چمکیلی۔اس کے چہرے کے

خدو خال بھلے تھے۔ باریک ہونٹ اور ستواں ناک۔ جب کہ بال بھورے تھے۔اس کی شخصیت اسے پر کشش بناتی تھی۔

عالیار نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا ہو گیا۔ بڑی۔"

"کیا خیال ہے پھر شام کو کرکٹ میچ ہو جائے؟"

"کرکٹ کو کبھی انکار کیا ہے میں نے؟"

دوسرے پروفیسر داخل ہو چکے تھے سونائل اسے بیسٹ آف لک کہتا اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ تمام طلبا رول نمبر کے مطابق بیٹھتے تھے۔

عالیار کا سب سے اچھا دوست اور اسے ہر وقت موٹیویٹ کرنے والا نائل ہی تھا۔ کلاس میں پہلی پوزیشن اگر نائل رضا کی ہوتی تو دوسری لازماً عالیار اعجاز احمد کی ہوتی تھی۔

اسے اس بات کا کبھی غرور نہ تھا۔ وہ ہمیشہ کہتا تھا اگر نائل اس کا دوست نہ ہوتا تو وہ اپنی صلاحیتوں سے بے خبر ہی رہ جاتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بلندی پر دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی دوستی مثالی تھی۔ دونوں ہی سنجیدہ مزاج تھے مگر ساتھ ہوتے تو خوب گپ لگاتے۔

Clubb of Quality Content

⭐⭐⭐⭐⭐

چند دن سے عنائزہ اور مریم نوٹ کر رہی تھیں کہ صہبا فجر کے وقت جاگتی تھی مگر نماز پڑھنے کی بجائے باہر نکل جاتی تھی۔اس کے بعد کی آمد ناشتے کی ٹیبل پر ہوتی تھی اور ان کے پوچھنے پر کہ وہ سارا وقت کہاں تھی وہ بس اتنا کہہ دیتی۔

"اپنی ایک دوست کے ساتھ تھی۔اس کے ساتھ بیٹھ کر پڑھ رہی تھی۔" وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ وہ دونوں جانتی تھیں کہ صہبا کے ہاتھ میں کتابیں شاذونادر ہی نظر آتی تھیں۔اسے پڑھنے کا رتی بھر شوق نہ تھا۔

وہ کہیں کچھ غلط کر رہی تھی۔

آج جب وہ باہر گئی تو قرآن بند کر کے الماری میں رکھتے مریم نے عنائزہ کو دیکھا جو جائے نماز فولڈ کر کے رکھ رہی تھی۔

"عنائزہ میں سوچ رہی تھی ہمیں صہبا سے بات کرنی چاہیے۔"

Clubb of Quality Content

عنائزہ اٹھ کر مریم کے بستر پر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ چہرہ دوپٹے کے حالے میں دمک رہا تھا۔ بڑی سیاہ آنکھوں میں تشویش چھائی تھی۔ایسی ہی فکر مریم کی بھوری آنکھوں میں بھی تھی۔

"میں بھی سوچ رہی تھی۔ مگر تمہیں لگتا ہے وہ ہماری بات سنے گی؟"

بات تو کر سکتے ہیں نا۔ ہم دونوں جانتے ہیں کہ وہ آج کل کیا کرتی پھر رہی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہتی ہے۔اس کی وجہ سے میں بھی فوکس نہیں کر پا رہی ہوں۔ اگر کل کو کوئی انکوائری ہوئی تو تمہیں کیا لگتا ہے ہم سے سوال نہیں ہوں گے؟"اس نے بڑی سمجھداری سے اپنا مدعا اس کے سامنے رکھا۔

"ہاں۔یہی بات مجھے پریشان کرتی ہے۔ وہ ہمیں کچھ بتاتی بھی تو نہیں ہے۔ وہ یہ نا سمجھے کہ ہم اسے بری لڑکی کہہ رہے ہیں۔"

"عنائزہ، ہمیں بات تو کرنی پڑے گی۔ شاید ہمارے سمجھانے سے ہی اسے احساس ہو جائے اور وہ اپنی پڑھائی پر دھیان دینے لگے۔ تمہیں پتا ہے کل مجھے امل نے بتایا تھا کہ صہبا کسی

لڑکے سے باتیں کرتی ہے۔اللہ جانے یہ لڑکی پکڑی کیسے نہیں جاتی۔۔۔لڑکیوں کو خوف کیوں نہیں آتا یہ سب کرتے ہوئے۔کم از کم اپنے والدین کی عزت کا خیال کر لیا کریں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔میں نے بھی دیکھا ہے وہ ساری رات جاگتی ہے۔ٹیکسٹنگ کرتی رہتی ہے۔آنے دو آج اسے۔میں سمجھاؤں گی۔تم بھی پیار سے بات کرنا۔اس کے سامنے دو ٹوک بات کرتی ہو تو وہ اور بگڑ جاتی ہے۔سمجھ رہی ہو؟"

"اچھا۔"

ناشتے کی میز پر خلافِ توقع صہبا پہلے سے موجود تھی۔عنائزہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔کھانا کھانے کے دوران دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی۔جب کھانا کھا چکے تو عنائزہ نے اسے کمرے میں آنے کا کہا۔

"کیوں؟"صہبا نے کرسی کھسکا کر کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے ہی۔۔تیار بھی تو ہونا ہے کلاس کے لیے۔"اس نے لہجے کو سرسری بنایا۔

"اچھا تم جاؤ میں آجاؤں گی بعد میں۔"

"ابھی آجاؤنا۔ ساتھ چلتے ہیں۔۔ کہیں جانا ہے تم نے؟" دونوں میز سے فاصلے پر آکھڑی ہوئی تھیں۔ ان کی کرسیوں پر اب دوسری لڑکیاں بیٹھ چکی تھیں جنھوں نے ابھی ناشتہ کرنا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے۔" اس نے نروٹھے پن سے کہا اور جانے لگی۔ اس کے ہاتھ میں موجود موبائل وہ دیکھ چکی تھی۔

جبکہ صہبا اچھی طرح باخبر تھی کہ کھانے کی میز پر فون لانے کی اجازت نہیں تھی۔

عنائزہ نے جھٹکے سے اس کی بازو پکڑ کر روکا۔

"میں تم سے نہیں پوچھوں گی کہ کیا کام ہے۔ کیوں کہ میں جانتی ہوں تم نہیں بتاؤ گی۔ مگر ابھی پلیز کمرے میں چلو۔۔۔ پلیز۔" اس نے التجا کی۔ نظریں صہبا کے چہرے پر جمی تھیں۔ سیاہ آنکھوں میں نرمی اور فکر ایک ساتھ گھلی تھیں۔

صہبا اسے دیکھتی رہی پھر جھٹکے سے کوہنی چھڑوا کر سیڑھیوں کی طرف چل دی۔ ابھی وہ دونوں کمرے میں پہنچی ہی تھیں کہ مریم بھی ناشتہ کر کے اوپر آگئی۔

صہبا اپنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔اس کے بستر کے مخالف سمت عنائزہ کا بستر تھا جبکہ ساتھ ہی مریم کا۔عنائزہ صہبا کے پاس آ کھڑی ہوئی۔جبکہ مریم اس کے سامنے اپنے بیڈ پر سنجیدگی سے بیٹھی تھی۔

"ہم دونوں کو ایک بات کرنی ہے تم سے۔"

"صرف ایک بات کرنے کے لیے تم دونوں کو آنا پڑا۔۔وہ تلخ ہوئی۔ناجانے وہ ایسی کیوں تھی۔کبھی اتنی تلخ اور کبھی اتنی ہی نرم کہ اپنی اپنی سی لگتی تھی۔

"کہو۔"

"عنائزہ نے مریم کو دیکھا۔اور مریم نے عنائزہ کو۔پھر ہاتھ پکڑ کر اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔اب وہ دونوں صہبا کے سامنے بیٹھی تھیں اور صہبا ان دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی۔ دونوں کے تاثرات سے اندازہ لگانا چاہ رہی تھی کہ وہ کیا بات کرنے والی ہیں۔

"میں تم۔۔۔عنائزہ نے بات کا آغاز کیا۔

"تمہیں پتا ہے کہ ہمیں پتا ہے کہ تم۔۔۔"اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ مریم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کروا دیا۔

پھر خود کہنا شروع کیا۔

"تم آج کل جن کاموں میں اپنا وقت برباد کر رہی ہو۔وہ صرف تمہاری تباہی کا باعث بنیں گے صہبا۔" وہ ہمیشہ سے اتنی ہی صاف گو تھی۔ پھر بھی اس نے الفاظ کا چناؤ سوچ سمجھ کر کیا تھا۔

"کن کاموں میں۔؟" اس کے ماتھے پر بل پڑے۔نہ وجود کا نپا نہ اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"تم اچھے سے جانتی ہو میں کیا بات کر رہی ہوں۔ تم آج کل بالکل پڑھائی پر توجہ نہیں دے رہی ہو۔ ہم بس تمہیں سمجھا رہے ہیں کہ اپنا راستہ بدل لو اس سے پہلے کہ کچھ برا ہو جائے۔" وہ مریم ریان تھی۔ جو محسوس کرتی تھی کہہ دیتی تھی۔اب بھی وہ حد درجہ سنجیدہ تھی۔

"صہبا، ہم تمہارے دوست ہیں اس لیے تمہیں سمجھانا ہمارا فرض ہے۔" عنائزہ نے بھی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا۔

صہبا چند ساعتیں مریم کو دیکھتی پھر عنائزہ کو پھر دوبارہ مریم کو۔ ہونٹوں کو جیسے سی رکھا تھا۔ پھر جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ تم دونوں کا مسئلہ نہیں ہے۔میں جو بھی کروں تم کو اس سے کیا؟۔۔"

"ہمارا کام تمہیں سمجھانا تھا۔ آگے تمہاری مرضی۔ تمہیں اندھیرے میں خود کو دھکیلنا ہے یا روشنی کی طرف جانا ہے۔ اِٹس یور چوئس۔" مریم۔ نے اونچی آواز میں کہا کہ وہ سن لے۔

صہبا ارحم ملک لمبے لمبے ڈگ بھرتی کمرے سے جاچکی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا وہ نہیں مانے گی۔" عنائزہ نے تاسف سے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تو نہ مانے۔ تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو؟ اس کے گناہ۔ اس کے اعمال۔ ہم نے تو بات کی ہے نا؟" چلو تیار ہوتے ہیں۔ یونیفارم استری کر لی تھی تم نے رات؟ وہ اب اٹھ کر الماری سے اپنی وردی نکال رہی تھی۔ اور ساتھ ہی عنائزہ سے نارمل باتیں کر رہی تھی۔

"ہاں۔ کر لیا تھا۔ بلکہ صہبا کا بھی میں نے ہی استری کیا تھا۔" عنائزہ بھی تیار ہونے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اب وہ جلدی ہی تیار ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی اسکارف بہت اچھا سیٹ ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی تین بار کوشش کرنے کے بعد کہیں جا کر پرفیکٹ پن اپ ہوتا تھا۔

اسے صہبا کی فکر بھی تھی اور وہ اس کے لیے دعا بھی کر رہی تھی۔ اللہ کرے اس کا دل بدل جائے۔ اللہ کرے اس کا دل نور سے بھر جائے۔

وہ سدھر جائے۔

گرنے سے پہلے سنبھل جائے۔

اپنا راستہ بدل لے۔

⭐⭐⭐⭐⭐

صبح فجر پڑھ کر مریم نے کمرے کی کھڑکیوں کے پٹ وا کیے۔ صبح کی تازہ ہوا کمرے میں داخل ہوئی۔ صہبا سو رہی تھی جبکہ عنائزہ بیالوجی کی کتاب پڑھ رہی تھی۔ کچھ دیر گزری تو اس نے کتاب سے سر اٹھایا۔ صہبا جاگ چکی تھی اور اب غسل خانے کی طرف جا رہی تھی۔ مریم نیچے چلی گئی تھی اسے مس سے بیالوجی کا سوال سمجھنا تھا۔ اساتذہ طلبا کی اعانت کے لیے دستیاب ہوتے تھے۔ ان کے کمروں کے نیچے ٹیچرز کے کمرے تھے اور ساتھ ہی ان کے آفس بھی۔

جب صہبا واپس آئی تو اس نے عنائزہ کو سبق دہراتے دیکھا۔

"تم میرے ساتھ نیچے چلو گی؟"اس کے لہجے میں نہ ہی التجا تھی نا ہی حکم۔بس سرسری سا کہا۔

عنائزہ نے کتاب سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔منہ ہاتھ دھوئے بالوں کو برش کر کے کھلے چھوڑے وہ اس کی طرف متوجہ تھی۔

عنائزہ نے ابرو اچکائے پوچھا۔

"کیوں؟کیا کرنا ہے؟"

اس نے سوچا وہ اکیلی بھی تو جا ہی سکتی تھی۔اس وقت سب ہی جاگ رہے ہوتے تھے۔

"چلو گی تو بتاؤں گی۔"

"پہلے بتاؤ تو سہی۔"

"چلو نا نیچے۔۔ایک کام ہے۔"اس بار اس نے التجائی لہجہ اپنایا

"صہبا، ابھی میں پڑھ رہی ہوں۔ تم چلی جاؤ خود ہی مریم بھی نیچے ہی ہے۔ مس ماہم کے پاس گئی ہے۔" اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اسے فکر تھی رات بھی ٹھیک سے پڑھ نہیں پائی تھی اور آج پہلا پرچہ تھا۔

"میں نے بھی پڑھنا ہے ابھی۔ دو منٹ کا کام ہے تم چلو میرے ساتھ۔ بعد میں پڑھ لینا۔" اس نے قریب آکر اس کی گود سے کتاب اچک لی۔ اور اسے الٹا کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

عنائزہ کو چار و ناچار اس کی بات ماننی پڑی۔ وہ بے دلی سے اٹھی۔ پیروں میں چپل اڑسی اور سفید دوپٹہ جو گلے میں تھا اسے سر پر لیا۔

صہبا بڑے غور سے اس کی ہر حرکت نوٹ کر رہی تھی۔

جب وہ دونوں نیچے آگئیں تو آمنہ باجی نے انہیں روک لیا۔

"سنو۔ تم دونوں نے لانڈری سے اپنے کپڑے اٹھا لیے تھے دھلے ہوئے؟" وہ ان سے پوچھ رہی تھیں۔

عنائزہ کو یاد آیا۔ رات مریم اپنے کپڑے لے آئی تھی اور اس نے عنائزہ سے کہا بھی تھا کہ سونے سے پہلے دھلے ہوئے کپڑے لے آئے۔ مگر امتحان کی پریشانی میں وہ بھول گئی تھی۔

Clubb of Quality Content

اب آمنہ باجی کو کوئی بہانہ سنانے سے اچھا یہ تھا کہ سچ بول کر دامن بچالیا جائے۔

"ہم بھول گئے تھے۔ابھی لے آتے ہیں۔"

آمنہ باجی نے خفا ہوتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔تم لوگ نئے بچے تھوڑی ہو جو بھول جاتا ہے۔سب کو اگر میں نے یاد کروانا ہے تو میں ہی نادے آیا کروں سب کو ان کے کپڑے۔ خیال رکھا کرو بچے۔کوئی چیز ادھر ادھر ہوگئی تب بھی تم لوگ میرے ہی پاس آتے ہو پھر شکایت لے کر۔

ناجانے آمنہ باجی صبح صبح اتنے خراب موڈ میں کیوں تھیں۔

ان دونوں نے جلدی جلدی سر ہلایا اور لانڈری کی جانب چل دیں۔

"تم رات کو کپڑے نہیں لائی تھی؟"صہبا نے اس سے پوچھا۔

"نہیں یار۔میں سو گئی تھی۔"اس نے بتایا۔

☆☆☆☆☆

اوشن کا پرل ہال طلبا اور اساتذہ سے بھرا ہوا تھا۔یہاں آئی سی ایس اور ایف ایس سی کے طلبا کا پہلا پرچہ ہونا تھا۔

ہر قطار میں ایک ایک جگہ چھوڑ کر فرسٹ ایئر کے طلبا تھے۔جبکہ ان کے پیچھے سیکنڈ ایئر کے۔

ہال میں یہاں دو کلاسز آسانی سے بیٹھ گئی تھیں۔

فرسٹ ایئر والوں کا بیالوجی کا پیپر تھا جبکہ سیکنڈ ایئر والوں کا ریاضی کا۔

پرچے کا وقت شروع ہوا تو میڈم نے سب بچوں میں پرچہ تقسیم کرنا شروع کیا۔ہال میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔سب بچے اپنے اپنے پیپر پر جھکے تھے۔سب کے تاثرات مختلف تھے۔

"پیپر کیسا ہے بچوں؟آسان ہے؟"پروفیسر نے ان سے پوچھا۔

"جی ی ی۔۔۔"سب نے یک آواز بلند کہا۔کچھ بچوں کے منہ سے پھیکا سا"نو" بھی نکلا تھا۔

آدھ گھنٹہ ہی گزرا ہو گا جب تیسری رو سے ایک لڑکی کھڑی ہو گئی۔اس نے چہرے پر نفاست سے نقاب کیا ہوا تھا۔

Clubb of Quality Content

میڈم فرح اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"کیا کچھ پوچھنا ہے آپ کو؟" انہوں نے اس سے کہا۔وہ ان کی سبجیکٹ ٹیچر نہیں تھیں۔

صرف پیپر میں ڈیوٹی دینے آئی تھیں۔

"نہیں۔میں نے پیپر کر لیا ہے۔" اس لڑکی کی سیاہ آنکھیں گھبرائی گھبرائی سی اور پریشان لگ رہی تھیں۔

اس کی بات پر میم نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا۔ان کے ابرو نا سمجھی سے سکڑے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

⭐⭐⭐⭐⭐

بہت سے طلبا نے گردن موڑ کر اس جانب دیکھا تھا۔دو گھنٹے کا پرچہ وہ لڑکی آدھے گھنٹے میں حل کر چکی تھی۔

اس کے بالکل ساتھ بیٹھے عالیار نے بھی سر اٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا۔

عالیار اسے پہچان گیا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے بس میں اس نے بیٹھنے کی جگہ دی تھی۔ اور یہ وہی لڑکی تھی جو کبھی بس سٹینڈ پر تو کبھی کالج میں چلتے پھرتے اکثر اسے نظر آجاتی تھی۔

اسے وہ مختلف لگتی تھی۔ سب میں جدا۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہوں میں آجاتی تھی۔ وہ کوئی ایسا لڑکا نہ تھا جو لڑکیوں میں دلچسپی لیتا مگر یہ سب غیر ارادی اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ کو انسیڈینس۔۔ اتفاق!

اس نے اسے ایک نظر دیکھتے ہی سر اپنے پرچے پر جھکا لیا تھا۔

" پیپر دکھائیں۔ "مس فرح نے اس سے کہا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے پرچہ لیا۔ پھر نام اور رول نمبر دیکھنے کے بعد عینک کے پیچھے سے اسے دیکھا اور ابرو سکیڑے پوچھا

"عنائزہ بنتِ قائق؟"

اس نے دھیما سا "جی" کہا اور نظریں اپنے ہاتھوں کی طرف جھکا لیں۔

اپنے پیپر کو بے توجہی سے بار بار دہراتے عالیار نے میڈم کے منہ سے اس کا نام سنا۔ اور وہ نام اس کے دماغ کے کسی خانے میں بیٹھ گیا۔

میڈم نے اس کی آنسر شیٹ شروع سے آخر تک پڑھی۔چند سوالات کے جوابات لکھے تھے وہ بھی بالکل درست۔باقی سارا پرچہ خالی تھا۔

انہیں تشویش ہوئی۔

وہ کوئی بہت ہونہار طالبہ نہ تھی۔اور تیج تھی مگر کبھی کبھی اس نے یہ حرکت نہ کی تھی۔

"آپ نے پیپر یاد نہیں کیا؟"انہوں نے غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔

عنائزہ نے نفی میں سر ہلایا۔کتنے طلبا تھے اس وقت ہال میں۔اور وہ سب کے سامنے ذلت محسوس کر رہی تھی۔وہ کبھی نالائق نہ تھی۔آج بن گئی تھی۔

"کیوں؟"میڈم فرح کے ماتھے پر تیوری کا جال نمایاں تھا۔

"عنائزہ کے پاس جواب نہیں تھا۔

میں نہیں کر سکی"اس نے بہت سوچ کر یہ جواب دیا۔سب اسے دیکھ رہے ہوں گے۔سب اسے یاد رکھیں گے۔وہ اس کے نام پر گوسپ کریں گے۔

"کیوں نہیں کر سکی۔؟"

"بس نہیں کر سکی۔" اس کی آواز میں نمی گھل گئی۔ سر جھک گیا تھا۔

عالیار کا لکھتا ہوا ہاتھ چند پل کو تھما۔ یہ سب اس کے لیے بھی نیا تھا۔ بے توجہی سے کیلکولیٹر کی کیز دباتے وہ ان کی گفتگو سننے لگا۔

"کوئی پریشانی ہے آپ کو؟"

"نہیں میم۔" اس نے کہا۔

مجھ سے میرے آفس میں ملیے گا۔ آپ جا سکتی ہیں۔"

ان کے کہنے پر وہ اپنا سامان سمیٹتی مرے قدموں پر ل ہال سے نکلی تھی۔ باہر آتے ہی آنسو موتیوں کی صورت اس کے اسکارف میں جذب ہونے لگے۔ اس نے منہ پر زور سے ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ہال سے نکل کر وہ پریئر روم آگئی تھی اور کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔اس نے ہمیشہ لوگوں سے اپنے لیے تعریف سنی تھی۔اپنے نام کے ساتھ اچھے الفاظ جڑتے دیکھے تھے۔اس نے کبھی اپنے اساتذہ کو شکایت کا موقع نہ دیا تھا۔نہ شرارت کرتی تھی نہ کبھی کسی کو تنگ کیا۔آج پہلی بار اپنے استاد کی نظروں میں آکر اسے بیک وقت شرمندگی اور غصے نے گھیر لیا تھا۔غصہ اسے صہبا کے ساتھ چلے جانے پر آرہا تھا۔

سب کیا سوچتے ہوں گے ؟۔

امی اور ابو کو پتہ چلا تو وہ کیا سوچیں گے ؟اور زوہان بھائی؟انہیں تو اتنا فخر تھا اپنی چھوٹی بہن پر۔

رو رو کر جب اس نے اپنا دل ہلکا کر لیا تو منہ ہاتھ دھوئے میڈم فرح کے آفس آگئی۔

دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔تھوک نگل کر اپنے خشک گلے کو تر کرتے ہوئے اس نے ان کے دروازے پر ناک کیا۔

"کم اِن۔۔"میڈم کی آواز پر دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اے سی کی ٹھنڈک نے اس کے جسم کو راحت دی۔

مس فرح نے سر اٹھایا عینک کے پیچھے سے اسے دیکھا۔

"عنائزہ فائق ؟"اس کے نقاب سے جھلکتی آنکھوں کو دیکھ کے انہوں نے پوچھا۔

اس نے سر ہلایا اور ان کے ٹیبل کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

وہ ایگزامینیشن ہیڈ تھیں۔ سامنے کئی پرچوں کے بنڈلز پڑے تھے۔ بیالوجی کے پرچوں میں سے وہ اب اس کا پیپر نکال رہی تھیں۔

وہ نروس سی انہیں دیکھے گئی۔

وہ اب اس سے سوالات کریں گی کہ پرچہ خالی کیوں چھوڑا، اور پھر گھر شکایت کرنے کا کہیں گی۔ ذوہان بھائی کو کیا بتاؤں گی؟ وہ کتنا ناراض ہوں گے۔

میڈم نے اس کا پرچہ نکال کر ایک طرف رکھا اور باقی پلندہ اٹھا کر دوسری جانب رکھا۔

ناک پر عینک لگائے ایک نظر اس کے پرچے پر دوڑائی۔ ہمم۔۔ بڑے غور سے اس کے لکھے جوابات کو دیکھنے کے بعد انہوں نے اسے دیکھا۔

"آپ نے جتنے سوال لکھے ہیں سب درست ہیں۔ جن سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ پڑھنے والی بچی ہیں۔

پھر باقی سوالات حل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میڈم نے وہی سوال کیا تھا جس سے وہ بچنا چاہ رہی تھی۔

زندگی میں کبھی کبھی جس طوفان سے ہم بچنا چاہتے ہیں وہ آکر ہی دم لیتا ہے۔ ہم چاہ کر بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑوا سکتے۔ کچھ مصیبتیں ہماری قسمت میں ہی لکھی ہوتی ہیں۔ کچھ غلطیاں ہو کر ہی رہتی ہیں۔ اس سے بھی ہوئی تھی۔

میم ایم سوری۔ مجھے یاد نہیں ہوا۔"

"کیوں، آپ نے پہلے ان چیپٹرز کے ٹیسٹ نہیں دیے؟ کہیں تو مس ماہم کو بلواؤں؟ عنائزہ نے سر جھکائے تیزی سے نفی میں ہلایا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں میم۔۔۔ پر مس، آئندہ نہیں ہوگا۔" اس کی آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے تھے۔ گلے میں آنسو اٹکنے لگے تھے۔

میڈم فرح نے غور سے اسے دیکھا۔

"آپ کہیں تو آپ کا کمرہ تبدیل کروا دوں؟"

وہ لب کاٹنے لگی۔ انکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

آپ کی روم میٹس کون ہیں؟" انہوں نے اگلا سوال کیا۔

"صہبا ارحم ملک اور مریم ریان رضوی۔" خود کو کمپوز کیے کہا۔

ہمم۔۔اوکے، آپ جاسکتی ہیں!"

وہ تیزی سے ان کے آفس سے نکلتی چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

ہاسٹل واپس آنے کے بعد بھی اس نے صہبا اور مریم سے کوئی بات نہیں کی۔ مریم نے بھی اس سے کچھ نہ پوچھا وہ چاہتی تھی عنائزہ اس سے خود بات کرے۔ اپنا مسئلہ بتائے۔ مگر وہ ان سے نظر چرا کر غسل خانے گھس گئی باہر نکلی تو چہرے اور بازوؤں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر خاموشی سے جائے نماز بچھائے نماز کی نیت سے کھڑی ہو گئی۔ صہبا اپنے فون پر ٹک ٹک بٹن دبانے میں مصروف تھی جبکہ مریم تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے ضرور پوچھے گی کہ پرل ہال میں کیا ہوا تھا مگر صہبا کے سامنے نہیں۔

نماز ختم کر کے اس نے الماری کھولی اور پھر اپنے کپڑے نکال کر اپنے بستر پر رکھنے لگی تھی۔

۔مریم اسے ہی دیکھ رہی تھی۔خاموش کمرے میں صرف پنکھے اور صہبا کے فون کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔وہ کسی کو ٹیکسٹ کر رہی تھی۔

عنائزہ نے جھک کر بستر کے نیچے سے اپنا سفری بیگ نکالا اور اس کی زپ کھسکائی۔

تم کہیں جا رہی ہو؟۔۔مریم چونکی تھی۔

وہ سامان کیوں باندھ رہی تھی۔ایسا کیا ہو گیا تھا؟

"عنائزہ؟سر نے تمہیں ایکسپیل تو نہیں کر دیا؟"اس نے پھر پوچھا۔

ایکسپیل کا لفظ سن کر صہبا نے فون کی اسکرین سے سر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

عنائزہ کا رخ دوسری جانب تھا۔اس کا سر نفی میں ہلا۔

پھر کیا ہوا ہے؟کپڑے کیوں پیک کر رہی ہو؟"مریم اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔اس کی آواز میں نمی گھلی تھی۔آنسو گالوں پر بہنے لگے تھے۔

میں کمرہ تبدیل کر رہی ہوں۔۔"

کیوں؟ مریم سے پہلے صہبا بول پڑی

عنائزہ نے دل شکستہ نظروں سے اسے دیکھا۔

تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ اس کی ناک اور گال سرخ ہو چکے تھے۔ جبکہ گلابی ہونٹ مزید اناری ہو رہے تھے۔

تمہیں حق ہے یہ پوچھنے کا؟ وہ صہبا سے بڑے دکھ سے کہہ رہی تھی۔ اس کا دل ٹوٹا تھا۔ اس کا مان ٹوٹا تھا۔

"میں دوست ہوں تمہاری۔۔ صہبا نے انجان بنتے کہا۔

عنائزہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ کوئی شرمندگی کوئی پشیمانی۔ وہاں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا۔ اس کا دل کٹ گیا۔

مریم صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ دونوں کس بارے میں بات کر رہی تھیں۔

بس کرو صہبا۔۔ یہ لفظ خود کے لیے استعمال نہ کرو۔ ایسے ہوتے ہیں دوست؟"

"کیا کیا ہے میں نے؟ ہاں؟ وہ برہم ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں جب اپنے دفع کے لیے کچھ نہ ملے تو دوسرے پر چڑھائی کر دو۔ اونچا اونچا بول کر سچے بن جاؤ۔ وہ بھی یہی کر رہی تھی۔

"کیا کیا ہے اس نے؟ مریم نے پوچھا۔ اس کے ماتھے پر لکیروں کا جال نمایاں تھا۔ وہ واقف تھی صہبا کی حرکتوں سے۔

"پوچھو اس سے صبح کہاں لے کر گئی تھی یہ مجھے؟ آئی سی ایس کے لڑکوں سے ملنے جاتی ہے یہ۔"

میرا دوست ہے وہ! صہبا نے ان سے کہا۔

"دوست؟۔۔ لڑکا؟۔۔۔ وہ کتنے آرام سے یہ بات کہہ گئی تھی۔

میرا دوست ہے حسیب میں صرف تمہیں اس سے ملوانے لے کر گئی تھی۔ وہ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔

"کیوں لے کر گئی؟ تم خود بھی کیوں گئی صہبا؟ جانتی نہیں ہو کسی کو پتا چلا تو تمہیں نکال دیا جائے گا۔ مریم اب اس پر غصہ ہو رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کسی نے نہیں دیکھا ہمیں۔اس نے آنکھیں گھمائی۔اس کا اطمینان دیکھ کر مریم کو اس پر مزید غصہ آیا تھا۔

وہ تمہارے سامنے مجھ سے فضول باتیں کر رہا تھا۔اور تم اس کے ساتھ ہنس رہی تھیں۔یہ دوستی ہے تمہاری؟عنائزہ سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔آنسو گلے میں اٹکنے لگے تھے۔

وہ صرف تمہیں دیکھنا چاہتا تھا دوستی کرنا چاہتا تھا اور پلیز اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی کہ تم رونے لگ جاؤ۔سب لڑکے ایسے ہی بات کرتے ہیں۔"اسے جیسے اثر ہی نہیں ہوا تھا۔اس کے لیے سب ٹھیک تھا۔سب نارمل تھا۔

سب لڑکے نہیں، صرف آوارہ لڑکے ایسے بات کرتے ہیں۔جو بگڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ ایسے بات کرتے ہیں۔وہ لڑکے جو چھپ چھپ کر لڑکیوں سے ملتے ہیں اور ان سے نازیبا گفتگو کرتے ہیں وہ برے لڑکے ہوتے ہیں صہبا۔۔۔اسی دن سے مجھے ڈر لگتا تھا کہ تمہارے ساتھ رہ کر ہم بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔تمہاری حرکتوں کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔

Clubb of Quality Content

تمہارے لیے اپنی عزت کوئی معنی نہیں رکھتی؟ کیسی لڑکی ہو تم؟۔۔" مریم بولنے پر آئی تو کہتی چلی گئی، دل کی ساری بھڑاس اس نے آج نکال دی تھی جو کافی دنوں سے اس کے اندر جمع ہو رہی تھی۔

عنائزہ کا دکھ اس کا بھی دکھ تھا۔ وہ اسے بہت عزیز تھی۔

تو ٹھیک ہے۔ شکایت کرنی ہے نا تم دونوں کو میری؟ کر دو۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟ گھر بھیج دیا جائے گا مجھے؟ مگر میں تم دونوں کو بھی ایکسپیل کروادوں گی یاد رکھنا پھر۔

عنائزہ کا دل کرچی کرچی ہوا تھا۔

یہ وہ لڑکی تھی جو اپنی دوستی کے دعوے کرتی تھی۔ یہ وہ لڑکی تھی جو ساتھ نبھانے کے وعدے کرتی تھی۔

نہیں، یہ تو ایک بگڑی ہوئی، خود غرض لڑکی تھی۔ جسے نہ اپنی عزت کا خیال تھا نہ دوسرے کی۔

یقین نہیں آتا مجھے۔۔۔ مریم نے افسوس سے اسے دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تم وہ لڑکی ہو جس کے ساتھ میں نے چھے ماہ اس کمرے میں گزارے؟ جس سے میں نے اپنے سارے راز بانٹے؟ تم ایسی نکلو گی میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔"

"کیسے نکلواؤ گی ہم دونوں کو؟ جھوٹا الزام لگاؤ گی؟۔۔ تمہیں نہیں پتہ، تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے؟ نہیں جانتی کیا عذاب ہو گا؟ عنائزہ نے اپنی آخری کوشش کی۔

انسان جیسا ہوتا ہے اسے دوسرے بھی ویسے ہی نظر آتے ہیں۔

جس ماحول میں وہ پرورش پاتا ہے وہ اس پر اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

"اگر سب جانتے ہوئے بھی تم جھوٹ اور تہمت کا سہارا لینا چاہتی ہو تو میں دعا کروں گی وہ تہمت پلٹ کر تم پر نہ آئے۔" پھر وہ مڑی اور الماری سے اپنا تمام سامان نکال کر بیگ میں اڑسا۔ پھر زپ بند کی۔ مریم نے قریب آکر اسے گلے لگایا۔

"میں زیادہ دیر نہیں رہوں گی یہاں۔ کچھ بھی کر کے تمہارے پاس شفٹ ہو جاؤں گی۔

آمنہ باجی کو درخواست دیتے ہوئے اس نے اس میں یہ لکھا تھا کہ وہ پڑھ نہیں پاتی۔ اسے تنہا کمرہ چاہیے جہاں صرف وہ رہے۔

مگر مریم ایسا کچھ نہیں لکھ سکتی تھی۔نہ سچ لکھ سکتی تھی۔صہبا کے اعمال پر پردہ ڈالنے کا فیصلہ ان دونوں کا تھا۔وہ اسے ایک اور چانس دے رہی تھیں۔

کیا واقعی وہ دوسرا چانس ڈیزرو کرتی تھی؟

یہ تو وقت بتائے گا۔

فلحال آمنہ باجی نے عنائزہ کو کمرہ نمبر ایک الاٹ کیا تھا۔

☆☆☆☆☆

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عنائزہ اکیلی کمرے میں رہنے لگی تھی۔اسے جب مریم کی ضرورت ہوتی وہ کال کر کے یا ٹیکسٹ کر کے اسے بلا لیا کرتی تھی۔آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے اور اس کے اگزامز بھی ختم ہو گئے۔

آج یکم مئی کی چھٹی تھی کالج اور یونی ورسٹی بھی بند تھی۔طلبا فجر کی نماز کے بعد ہی سو گئے تھے۔چھٹی کے دنوں میں ناشتہ دس بجے لگا کرتا تھا۔

سستی سے اٹھ کر عنائزہ نیچے آئی تو بیضوی میز کے گرد لڑکیوں میں اسے مریم کا لہراتا ہوا ہاتھ دکھائی دیا۔

وہ زور زور سے ہاتھ ہلائے اسے اپنی جانب بلا رہی تھی۔ عنائزہ مسکرا کر اس کے ساتھ والی خالی کرسی پر جا بیٹھی جو مریم نے دوسروں سے لڑ کر اس کے لیے خالی رکھی تھی۔

"گڈ مارننگ! کیسی ہو؟ اور تمہاری نئی روم میٹ کیسی ہے؟ عنائزہ نے کرسی میز کی کھسکاتے رخ موڑ کر پوچھا۔ اس کا موڈ بہت اچھا تھا۔ سکن اسکارف سے حجاب کیا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی مسکان مریم کی پسندیدہ تھی۔ اس کے لب قدرتی گلابی تھے۔

"میں پہلی جیسی ہی ہوں، انٹیلیجنٹ، اسمارٹ، بیوٹِفل۔ ہتھیلی ٹھوڑی تلے جمائے اس نے کہا۔ عنائزہ ہنسی۔

بس یہ والا کونفیڈینس چاہیے۔

"اور میری روم میٹ صہبا کی پکی سچی دوست بن چکی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو ڈرامائی انداز میں باہم ملا کر کہا۔

Clubb of Quality Content

میں تو انتظار کر رہی ہوں۔ ہمارے اگزامز ہوں اور میں تمہارے کمرے میں شفٹ ہو جاؤں۔"

کھانے کے بعد اس نے عنائزہ کو اپنے ساتھ سامنے پبلک پارک میں جانے کے لیے تیار کر لیا۔

عنائزہ کالے عبایا میں ملبوس تھی۔ جبکہ سیاہ سٹول سے نقاب کرر کھا تھا۔ مریم نے گلابی سفید دھاری دار ٹوپ اور ہلکا گلابی حجاب لیا ہوا تھا۔

پہلے دونوں نے پارک کے قریب سٹور سے آئسکریم خریدی پھر پارک کے گیٹ سے اندر آ گئیں۔

چھٹی کا دن ہونے کے باعث پارک میں کافی لوگ موجود تھے۔

"عنائزہ تم نقاب میں آئسکریم کیسے کھاؤ گی؟" کون کو کھاتے ہوئے مریم کو خیال آیا۔

عنائزہ نے ابھی تک کون ویسے ہی پکڑ رکھی تھی۔ لوگ زیادہ تھے وہ سب کے سامنے نقاب بھی نہیں اتار سکتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"چلو کوئی سنسان جگہ ڈھونڈتے ہیں جہاں کوئی نہ ہو۔ پھر تم ایزی ہو کر کھا لینا۔" مریم اٹھ کھڑی ہوئی ساتھ ہی عنائزہ بھی۔

پارک کے ٹریک پر چلتے مریم چاروں اطراف دیکھتی کوئی خالی جگہ تلاش رہی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی آئسکریم بھی کھا رہی تھی۔

عنائزہ کی آئسکریم پگھلنا شروع ہو چکی تھی۔ دونوں تیز تیز چلتی جا رہی تھیں۔

مریم چلتے چلتے رک گئی۔ عنائزہ کے ہاتھ آئسکریم سے چپچپے ہو رہے تھے اسے کوفت ہونے لگی۔ مڑ کر اس نے مریم کو دیکھا تاکہ اسے بتا سکے۔

مریم بت بنی دور دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرانگی اور گھبراہٹ چھائی تھی۔

اسے دیکھ کر عنائزہ بھی فکر مند ہوئی۔

کیا ہوا؟

پاس آ کر پوچھا ساتھ ہی اس سمت دیکھا جہاں دو لڑکے ایک لڑکی کے گرد کھڑے اس کے ساتھ بدتمیزی کر رہے تھے۔

صہبا!۔۔وہ صہبا ہے نا؟

عنائزہ بھی اسے پہچان چکی تھی۔

مریم چلنے لگی۔

رکو!۔۔کہاں جارہی ہو؟۔

مگر مریم نے اسے نہیں سنا وہ اس سمت چلتی گئی

وہاں دو لڑکے تھے جو صہبا کو کھینچ کر لے جارہے تھے۔یقیناً کالج کے ہی تھے۔

عنائزہ بھی اس کے پیچھے دوڑی

صہبا مشکل میں تھی وہ اپنا آپ ان لڑکوں سے چھڑوانے کی کوشش کررہی تھی۔

رکو کیا کررہے ہو تم لوگ؟۔۔۔مریم ان کے پاس جاکر چلائی۔

وہ حسیب تھا عنائزہ اسے پہچان گئی تھی۔اور یہ دوسرا لڑکا۔۔۔اسے کون نہیں جانتا تھا۔

چوڑے چہرے اور سیاہ سلکی بالوں والا،امیر باپ کی بگڑی اولاد۔۔۔سمیر خان اکبر۔

چھوڑو اسے۔"

صہبا ان دونوں کو یہاں دیکھ کر پہلے تو گھبرائی پھر اس کے چہرے پر سخت تاثرات چھا گئے۔

ایک جھٹکے میں بازو سمیر سے چھڑواتے ہوئے پیچھے ہٹی۔

تم۔۔ تم۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟

ہمارے معاملے سے دور رہو تم دونوں۔" سمیر نے درشتگی سے کہا۔ جب کہ حسیب ان دونوں کو دیکھتے ہی بھاگ چکا تھا۔

تمہیں شرم نہیں آتی کسی لڑکی کے ساتھ زبردستی کرتے ہوئے؟ کہاں لے جا رہے ہو تم اسے؟

عنائزہ نے کہا۔

وہ برہمی سے اس تک آیا پہلے اس کا ہاتھ مروڑا پھر اس کا نقاب کھینچ اتارا۔

اب بتاؤ۔۔۔۔ میں بھی تو دیکھوں کتنی ہمت ہے تم میں۔"

عنائزہ کو توقع نہیں تھی کہ وہ یہ کرے گا۔ اس کی آئسکریم اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گھاس پر جا گری۔ مریم شاکڈ تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور پھر عنائزہ نے وہی آئسکریم والا چپچپا ہاتھ اٹھایا اور سمیر کے چہرے پر دے مارا۔

صہبا کی آنکھیں پھیلیں۔لوگ مڑ مڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔ مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔وہ دوپٹے کا سرا دوبارہ چہرے کے آگے کر چکی تھی۔

سمیر آنکھیں پھیلائے اپنے گالوں سے آئسکریم سے چھپا ہوا عنائزہ کا ہاتھ مٹانے لگا۔

پھر اس نے دانت پر دانت جما لیے۔

عنائزہ کے تاثرات سخت تھے۔یہ اس کی عصمت کا سوال تھا۔کسی کو اجازت نہیں تھی کہ اسے بھرے بازار میں بے حجاب کرتا۔

تم۔۔تم دیکھنا میں کیا کرتا ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ مزید شیر ہوا تھا۔

"تم ایسی نکلو گی عنائزہ میں نے سوچا نہیں تھا۔۔۔صہبا نے اونچی آواز سے کہا۔

"تم خود تو بڑی نیک پروین بنتی ہو اور یہاں لڑکوں سے ملاقات کر رہی تھی؟اس کا دماغ چلنے لگا تھا، مگر الٹا۔

کیا بکواس کر رہی ہو؟ ہم تمہیں یہاں بچانے آئے تھے۔ تم تھی اس لڑکے کے ساتھ۔ مریم نے بھی بلند آواز کہا۔

اس نے کیسے اعتبار کر لیا اس لڑکی پر۔

وہ خود کو بچانے کے لیے اپنا گناہ عنائزہ کے سر تھوپ رہی تھی۔ تہمت لگا رہی تھی۔ جھوٹ باندھ رہی تھی۔

عنائزہ نے اسے اس لڑکے کو آنکھوں سے اشارے کرتے دیکھا وہ جیسے اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔

ہاں تم مجھ سے ملنے آئی تھی۔ میں تمہارہ شکایت کروں گا۔ تم خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑی ہو۔" اس کا رخ اب عنائزہ کی جانب تھا۔ عنائزہ کا سانس رک گیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟

وہ دونوں خود بچنے کے لیے اس پر کیچڑ اچھال رہے تھے۔

تم جھوٹ بول رہے ہو۔ جھوٹ کیوں کہہ رہے ہو تم۔ تمہیں اللہ سے خوف نہیں آتا؟ عنائزہ رو پڑی تھی۔

یہ اس کی برداشت کی حد تھی۔ خود پر لگنے والے الزام سہے نہیں جا رہے تھے۔

تم۔۔آئی سی ایس سے ہو نا تم۔ تمہاری کمپلین کریں گے ہم۔ مریم نے عنائزہ کا بازو تھاما اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں ایسے امتحانات میں ڈال دیتی ہیں جن کا خیال ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

⭐⭐⭐⭐⭐

وہ عنائزہ کو خاموش کروا رہی تھی۔ اسے حوصلہ دے رہی تھی۔ پھر اسے پانی پلا کر وہ آئی سی ایس کے انچارج کے آفس داخل ہوئیں۔ ان کا آفس بوئز ہاسٹل میں تھا۔ گارڈ نے اجازت لے کر انہیں یہاں داخل ہونے دیا تھا۔

آفس میں فروفیسر کے سامنے کوئی کھڑا تھا۔

سر ہم ایف ایس سی کے سٹوڈنٹس ہیں۔" عالیار احمد کو ایک نظر دیکھتے مریم نے انہیں بتایا۔

"جی کہیں۔۔"

Clubb of Quality Content

عنائزہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔اس نے پروفیسر کو دیکھا جو اس کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔پھر ایک فٹ دور کھڑے عالیار کو اس کی کمپیوٹر سائنس کی کتاب ٹیبل پر کھلی پڑی تھی۔شاید وہ کچھ پوچھنے یا سمجھنے آیا تھا۔وہ اس لڑکے کا نام نہیں جانتی تھی۔بس کئی بار اسے دیکھا ضرور تھا۔اس لڑکے نے کبھی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔اب بھی وہ کتاب پر نظریں مرکوز کیے کھڑا تھا۔

"سر مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔"

شیور،انہوں نے سر ہلایا۔

آپ بعد میں آجائیں۔"وہ سر ہلا کر باہر چل دیا۔

عنائزہ نے آفس کا دروازہ بند ہونے کا انتظار کیا اور پھر کہنا شروع کیا۔

سر آپ کی کلاس کے سٹوڈنٹس ہیں حسیب اور سمیر وہ آج پارک میں ہماری روم میٹ سے بدتمیزی کر رہے تھے۔جب ہم نے روکا تو سمیر نے میرے ساتھ بہت بدتمیزی کی ہے۔اس نے سب کے سامنے میرا نقاب اتارا ہے۔"ہر ہر لفظ سوچ کر ادا کر رہی تھی وہ۔

اسی وقت بغیر دستک دیے سمیر خان اکبر اور صہبا ملک داخل ہوئے۔

سر مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ سمیر نے آتے ہی فروفیسر سے کہا

یہ کیا طریقہ ہے اندر آنے کا۔انہوں نے برہمی سے کہا۔

سر یہی وہ لڑکا ہے جس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی تھی پارک میں۔۔"

سر میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے ایسا کچھ نہیں ہوا میں نے اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی بلکہ یہ خود میرے ساتھ آئی تھی۔"

سر میرا یقین کریں یہ کافی دنوں سے میرے پیچھے پڑی ہے۔ مجھ سے میرا نمبر مانگ رہی تھی۔ اور اب آپ کے سامنے معصوم بن رہی ہے۔"

آفس کا دروازہ آدھا کھلا تھا جسے سمیر اور صہبا کھول کر اندر آئے تھے۔ باہر کھڑے عالیار کو اب ساری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

کیا سمیر اس حد تک گر سکتا تھا؟

اس نے سوچا۔

نہیں!

بلکہ وہ گر چکا تھا۔

باہر کھڑے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر سمیر کو اس کے گریبان سے پکڑ لے اور اسے اتنا مارے کہ وہ خود اپنی صورت پہچاننے سے انکار کر دے۔ مگر وہ ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔

ساری بات حق کی ہی تو تھی۔

سر یہ جھوٹ کہہ رہا ہے عنائزہ چلائی

یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔"اس کے مقابل کھڑے ہو کر صہبا بولی تھی۔

پروفیسر نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا۔

مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی میں ابھی آپ کی شکایت سر اعظم سے کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ آپ کا فیصلہ کر دیں۔"انہوں نے اوشن کے ہیڈ کا نام لیا۔

نہیں سر پلیز یہ جھوٹ کہہ رہا ہے میرا یقین کریں یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔وہ بار بار اپنے بے گناہ ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

آپ ایک دفعہ میری پوری بات تو سنیں آپ کو یقین ہو۔۔۔آپ کو سمجھ آجائے گی کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔اس کی آواز کپکپانے لگی تھی۔اے سی والے کمرے میں بھی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔۔

وہ کیسے اپنے سچے ہونے کا یقین دلائے؟

مگر پروفیسر نے اس کی ایک بات نہیں سنی اور انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا۔

"گیٹ آؤٹ فرام مائی آفس۔۔رائٹ ناؤ۔"صہبا اور سمیر اسی وقت نکل چکے تھے۔

وہ روتی بلکتی پروفیسر کی منتیں کر رہی تھی مگر انہوں نے اس کی ایک بات پر بھی کان نہیں دھرے تھے۔

آپ کے جو بھی معاملات ہیں اب سر اعظم ہی ان سے ڈیل کریں گے آپ جا سکتی ہیں۔۔

آفس کی دہلیز پار کرتے ان دونوں کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے۔

میں نے کہا تھا نا ہم بچ جائیں گے دروازے پر کھڑے عالیار نے صہبا کو کہتے سنا۔وہ بڑے فخر سے سمیر سے کہہ رہی تھی۔

جبکہ وہ اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔

وہ خود ایک لڑکی ہوتے ہوئے دوسری لڑکی پر تہمت لگا رہی تھی جھوٹ باندھ رہی تھی وہ اس باپردہ لڑکی پر الزام لگا رہی تھی جو ہمیشہ نظر جھکائے چلتی تھی اور اسے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔

کیا اسے نہیں پتہ تھا کہ لڑکیوں کے معاملات کتنے نازک ہوتے ہیں؟ وہ نہیں جانتی تھی کہ اپنی زبان کا غلط استعمال کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟

اور سمیر خان؟ اس سے اچھے کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔

پھر عالیار نے اسے اپنے بالکل قریب سے گزرتے دیکھا۔ وہ رو رہی تھی۔۔۔اپنی دوست سے اپنے پاک دامن ہونے کی، اپنے سچے ہونے کی گواہی مانگ رہی تھی۔

عالیار بے چینی سے اس کی پشت کو دیکھے گیا۔

"اسے کیوں اس لڑکی کے آنسو برے لگ رہے تھے؟ اسے کیوں تکلیف ہو رہی تھی؟ وہ تو اس کی کچھ نہیں لگتی تھی۔ پھر یہ بے چینی کیسی تھی؟

☆☆☆☆

چپ کر جاؤ عنائزہ۔۔۔میں جاؤں گی سر اعظم کے پاس۔ان کو بتاؤں گی کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تم بے قصور ہو۔۔۔وہ تمہیں نہیں نکالیں گے۔وہ پورا معاملہ جانے بغیر کسی کو ایکسپیل نہیں کرتے۔"مریم اسے خاموش کروا رہی تھی۔شام ہونے والی تھی۔دونوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔

مجھے یہ پروا نہیں ہے کہ وہ مجھے گھر بھیج دیں گے۔میرے کردار پر تہمت لگی ہے مریم۔۔جو گناہ میں نے کیا ہی نہیں میں اس گناہ کا بوجھ لیے یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔میں۔۔۔میرا دل پھٹ جائے گا مریم۔

تم رونا تو بند کرو۔میری ہی غلطی ہے۔میں تمہیں پارک لے گئی۔اور اگر لے گئی تھی تو صہبا کو بچانے کی کیا ضرورت تھی۔اچھا ہوتا وہ لڑکے اسے سبق سکھا دیتے جو مرضی کرتے وہ اس کے ساتھ۔مجھے کیا پتہ تھا وہ اتنا گر جائے گی کہ دوستی کا بھی لحاظ نہیں کرے گی۔۔"

مریم کی حالت خود قابلِ رحم ہو گئی تھی۔وہ خود کو اس سارے معاملے کا قصوروار سمجھ رہی تھی۔

ہم صبح ہوتے ہی سر اعظم کے پاس جائیں گے۔اوکے؟ صبح کالج جاتے ہی پہلا کام ہم یہی کریں گے۔

سر اعظم چونکہ اوشن کمپلیکس کے ہیڈ تھے اس لیے ان کا آفس صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک کھلا رہتا تھا۔

ان چند گھنٹوں کے علاوہ ان سے کہیں ملاقات نہیں ہو سکتی تھی۔

اس نے ایک بار پھر عنائزہ کو حوصلہ دیا۔اس کے رخسار سے آنسو مٹائے۔پھر نیچے جا کر آمنہ باجی سے کھانے کا پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆

بوئز ہاسٹل کے کمرہ نمبر سات میں سمیر اپنے بستر پر لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔اس کے ساتھ والے بستر پر حسیب اوندھے منہ سویا پڑا تھا۔گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی۔

اس نے سرہانے پر دھرے اپنے موبائل کو اٹھایا اور اس کا وائی فائی آن کیا۔

دھڑا دھڑ کئی نوٹیفیکیشن آنے لگے۔

اس نے چیٹس کھولیں۔بہت سی لڑکیوں کے نمبرز جگمگا رہے تھے جن کو اس نے مختلف ناموں سے محفوظ کر رکھا تھا۔

اس نے تمام میسجز اور کالز کو نظرانداز کیے اسکرول کیا اور کرتے کرتے وہ ایک نمبر پر آکر ٹھہر گیا۔

اس نے "ڈیڈ" نام کی چیٹ کھولی۔دو ماہ پہلے اس نے ان سے بات کی تھی۔

جس کے جواب میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ ابھی ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے جا رہے ہیں سو وہ گھر جا کر اس سے تفصیل سے بات کریں گے۔

پھر دو دن بعد ان کا میسج موصول ہوا تھا جس میں انہوں نے اس کی خیریت پوچھنے کے بعد "اپنی پڑھائی پر توجہ دو، غلط لوگوں سے میل جول بند کردو، اپنے دوست تبدیل کرو، وقت پر سویا کرو، تمہارے گریڈز اچھے ہونے چاہیے" جیسی کئی نصیحتیں اسے کی تھیں۔اور یہی وجہ تھی کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا۔

اس نے ان کے اس میسج کا جواب ابھی تک نہ لکھا تھا۔اسے ان باتوں سے چڑ ہوتی تھی۔اس کے باپ کو صرف دو ہی فکریں تھی۔ایک یہ کہ وہ ایک کامیاب بزنس مین بن جائیں اور

دوسرا یہ کہ ان کا بیٹا کہیں غلط کاموں میں نہ پڑ جائے۔یہی وجہ تھی کہ 'امین خان اکبر' نے دولت شہرت ہونے کے باوجود اس کا داخلہ اوشن ایجوکیشن کمپلیکس میں کروایا تھا۔

ڈیڈ کی چیٹ ایسی کئی نصیحتوں سے بھری پڑی تھی۔ان باتوں سے چڑ کر وہ ہمیشہ باپ کو نیچا دکھانے کے چکر میں ہر وہ کام کیا کرتا تھا جس سے وہ اسے منع کرتے تھے۔

اور ماما۔۔۔ماما نے ہمیشہ اس کی طرفداری کی تھی۔اپنی نیٹورکنگ اور سوشل گیدرنگ سے جب انہیں وقت مل جاتا تو وہ اسے فون کر لیا کرتی تھیں۔"سمیر اپنے ڈیڈ کی باتوں سے خفا نہ ہوا کرو بیٹا، وہ تمہارا بھلا چاہتے ہیں۔"، "کھانا وقت پر کھاتے ہو نا"، "چھٹیوں پر گھر آ جانا بیٹا۔۔میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں۔" مگر جب بھی چھٹیوں میں گھر جاتا تھا ماما اسے گھر پر نہیں ملتی تھیں۔وہ دونوں اسے ملازموں کے سہارے چھوڑ کر اپنے اپنے کاموں میں نکل جاتے تھے۔

اس لیے اس نے گھر جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔اس ڈیڑھ سال میں اسے گھر سے زیادہ انسیت اس ہاسٹل سے ہو گئی تھی۔

اس نے ڈیڈ کو ستانے کا ایک بار پھر عزم کیا اور پھر ان سب لڑکیوں کے پیغامات کے پیار بھرے جوابات لکھنے لگا۔

⭐⭐⭐⭐⭐

جب وہ دونوں سرا عظم کے آفس کی طرف گئی تب صبح کے نو بج رہے تھے۔ان کے آفس کا دروازہ کھلا دیکھ کر دونوں وہیں رک گئیں۔

اس کا مطلب تھا کوئی پہلے سے ان کے آفس میں موجود تھا۔

صہبا اور سمیر یہاں بھی پہنچ گئے تھے۔

عنائزہ نے نظر اٹھا کر ساتھ کھڑی مریم کو دیکھا۔اس کی نگاہوں میں ابھی بھی امید کی کرن جگمگا رہی تھی۔

تم یہیں رکو میں دیکھتی ہوں۔۔"اس نے عنائزہ کو وہیں کھڑے رہنے کا کہا اور خود آفس کے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔

وہ جانتی تھی یہاں آفس کے اندر اور باہر کیمرے نصب تھے۔لیکن اسے عنائزہ کے لیے یہ رسک لینا تھا۔

اندر عالیار کھڑا تھا اس طرف اس کی پشت تھی جبکہ سر اعظم اس کے پیچھے آدھے چھپے ہوئے تھے۔وہ ان دونوں میں سے کسی کے بھی تاثرات نہیں دیکھ سکتی تھی۔

لیکن دونوں کی آوازیں دروازے تک صاف سنائی دے رہی تھیں۔

عالیار کہہ رہا تھا۔

"سر میں آپ کو گواہی دے رہا ہوں۔وہ لڑکی سچی ہے اور سمیر جھوٹ کہہ کر گیا ہے آپ سے۔

وہ کیوں گواہی دے رہا تھا؟ وہ کیوں اس معاملے میں خود کو انوالو کر رہا تھا۔مانا کہ سمیر اس کا کلاس فیلو تھا مگر یہ لڑکا عنائزہ کی طرف داری کرنے کیوں آ پہنچا تھا؟

مریم نے عنائزہ کو ہاتھ سے اس طرف آنے کا اشارہ کیا۔وہ چپ چاپ قدم اٹھاتی اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

مریم نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک ہاتھ کان کے پاس لے جا کر غور سے سننے کا اشارہ دیا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی سچی ہے اور جو اسٹوڈینٹ ابھی یہاں سے گیا ہے وہ جھوٹ کہہ رہا ہے؟۔۔۔کیا آپ اس جگہ موجود تھے؟ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا سب؟" سر اعظم کی آواز نہایت سنجیدہ اور بارعب تھی۔

عالیار چند پل خاموش رہا پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ جو بھی ہو وہ جھوٹ کا سہارا نہیں لے گا۔

سر اعظم غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"پھر آپ کو کیسے معلوم؟ میں آپ کی گواہی کیسے مان لوں؟ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے ان کی بے گناہی ثابت کرنے کا؟"

"جی نہیں ہے سر۔۔ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ چند پل کو رکا۔ جیسے وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔ مگر میرے پاس سمیر خان اکبر کے خلاف ایسی بہت سی شکایات ہیں۔ جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔ وہ میرا کلاس فیلو ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ۔۔

اس لڑکی کو جانتے ہیں آپ؟ عنائزہ بنت فائق؟ سر اعظم نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔وہ بے بس محسوس کرنے لگا تھا۔وہ کیسے اس کا دکھ کم کرے؟ وہ کیسے اس کی پاک دامنی کا یقین دلائے۔

کیا وہ ان سے یہ کہے کہ ان چھے ماہ کے عرصے میں اس نے عنائزہ بنت فائق کو کبھی کچھ غلط کرتے نہیں دیکھا۔کیا وہ انہیں یہ بتائے کہ وہ لڑکی لڑکوں سے بات کیا کرے گی اس نے کبھی لڑکوں کے جھرمٹ سے گزرتے نظر نہیں اٹھائی تھی۔یا وہ انہیں یہ بتائے کہ اس جیسی باحیا لڑکی اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔۔۔

"سر اعظم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے تھے۔

پھر عالیار نے سر اٹھایا اور ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ایک گواہ ہے میرے پاس۔۔۔وہ اس واقعے کا چشم دید گواہ بھی ہے اور مجرم بھی۔"

کون ہے وہ؟

حسیب!۔۔۔ان لڑکیوں نے پروفیسر کو بتایا تھا کہ وہاں حسیب بھی موجود تھا۔آپ اسے بلائیں۔اس سے پوچھیے کہ کیا ہوا تھا۔"

Clubb of Quality Content

ٹھیک ہے آپ یہیں بیٹھ جائیں۔"

سر اعظم نے فرنٹ ڈیسک سے فون اٹھایا اور سیکنڈ ایئر کے انچارج کا نمبر ملانے لگے۔

باہر کھڑی وہ دونوں ہی اس معجزے پر ہکا بکا تھیں۔ کوئی ان کا مسیحا بن کر پہلے ہی آپہنچا تھا۔

کیا اندر جاؤں ؟۔۔اس نے مریم سے پوچھا۔

"جانا تو چاہیے۔۔"

اس نے سر ہلایا اور دروازے پر ایک بار دستک دی۔ پھر مڑ کر مریم کو جانے کا اشارہ کیا۔

سر اعظم نے اندر سے اسے آنے کی اجازت دی۔

مریم نے اسے اندر جاتے دیکھا اور مڑ گئی۔

اسے اپنے لیے خود لڑنا سیکھنا ہوگا۔ وہ کب تک کسی مسیحا کا انتظار کرتی رہے گی ؟ اور ضروری تو نہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر عنائزہ فائق کے لیے مریم رضوی یا عالیار احمد پہلے سے موجود ہوں۔

اندر داخل ہوتے اس نے سر اعظم کو دیکھا۔ان کی چہرے پر شناسائی ابھری۔ پھر اس کی نظر آفس صوفہ پر بیٹھے عالیار پر پڑی۔

وہ بے حد پریشان لگ رہا تھا پھر اس کی نظر اس پر پڑی۔

کچھ بدلا تھا اس کے چہرے پر۔ کوئی احساس تھا جسے وہ سمجھ نہیں سکی۔

پل کو دونوں کی نظریں ٹکرائی تھیں اور پھر دونوں نے ہی نظر جھکالی۔

یہ غیر ارادی طور پر پڑنے والی نظر عالیار کا دل جکڑ لیتی تھی۔یوں جیسے اس نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کردی ہو۔ پھر یہ آنکھیں اسے ساری رات جگاتی تھیں۔

سر اعظم نے اسے بھی بیٹھنے کا کہا۔ وہ سر ہلا کر دوسری جانب پڑے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

⭐⭐⭐⭐⭐

جاری ہے۔

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: